مواعظ حکیم الامت اور دینی رسائل کی اشاعت کا امین

ماہنامہ الامداد لاہور پاکستان

مدیر مسئول (مولانا) مشرف علی تھانوی

مدیر ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی

جلد ۱۸ | ربیع الاول ۱۴۳۹ھ | ۲۰۱۷ء | شمارہ ۱۲

ادب الاعتدال و ادب الترک و ادب الطریق

رعایت حدود

از افادات

حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

عنوانات و حواشی: ڈاکٹر مولانا خلیل احمد تھانوی

قیمت فی پرچہ =/۴۰ روپے　　زر سالانہ =/۲۰۰ روپے

ناشر: (مولانا) مشرف علی تھانوی

مطبع: ہاشم اینڈ حماد پریس

۲۰/۱۳ ریٹی گن روڈ بلال گنج لاہور

مقام اشاعت

جامعہ دار العلوم الاسلامیہ رجسٹرڈ لاہور پاکستان

ماہنامہ الامداد لاہور

۳۵۴۲۲۲۱۳

۳۵۴۴۳۰۴۹

پتہ دفتر

جامعہ دار العلوم الاسلامیہ رجسٹرڈ

۲۹۱۔ کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

الاعتدال و ادب الترک و ادب الطریق

(رعایت حدود)

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱......	خطبۂ ماثورہ......................................	۷
۲......	طالب کی جانچ....................................	۷
۳......	حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی سفر کے بارے میں احتیاط	۹
۴......	اللہ تعالیٰ سے اپنا معاملہ صاف رکھنا چاہیے............	۱۰
۵......	مخالفین کا حال....................................	۱۰
۶......	احناف میں تفقہ فی الدین..........................	۱۱
۷......	حاجی امداد اللہ صاحب کا محققانہ انداز................	۱۱
۸......	علماء کے متعصب نہ ہونے کی مثال..................	۱۲
۹......	نرمی اور مداہنت میں فرق..........................	۱۴
۱۰......	آمین بالجہر سے متعلق حضرت حکیم الامت کا مسلک....	۱۵
۱۱......	نرمی کا اثر..	۱۶
۱۲......	غیر مقلدین میں اتقاء کی کمی........................	۱۷
۱۳......	تصوف اور فقہ کے معنی............................	۱۸
۱۴......	حضرت مولانا شاہ اسماعیل صاحب شہید حنفی تھے........	۱۸
۱۵......	عمل بالحدیث کا مفہوم..............................	۲۱
۱۶......	اہل حق کو سب وشتم کرنے کا انجام..................	۲۱
۱۷......	ادب الترک..	۲۲
۱۸......	ترک اسباب میں تعجیل مناسب نہیں..................	۲۲

۱۹......	ایک متشدد صوفی کی اصلاح.................	۲۳
۲۰......	اصلاح اور وصول الی اللہ کا طریقہ..................	۲۴
۲۱......	درجات ترک..................	۲۵
۲۲......	شیطان کی دھوکہ دہی..................	۲۵
۲۳......	ترک تعلقات کی حقیقت..................	۲۶
۲۴......	ادب الطریق..................	۲۷
۲۵......	سالک کا کام طلب ہے..................	۲۷
۲۶......	اجازت اور مشورہ میں فرق..................	۲۹
۲۷......	تصرفات دماغی..................	۳۰
۲۸......	نقشبندیہ، چشتیہ اور سہروردیہ کا خاصہ..................	۳۱
۲۹......	ایک شیخ کامل سے وابستہ ہونے کی ضرورت............	۳۲
۳۰......	پریشانی کا بڑا سبب..................	۳۳
۳۱......	حضرت حاجی صاحب کا عجیب واقعہ..................	۳۳
۳۲......	حکیم الامت کے احوال..................	۳۴
۳۳......	حاجی صاحب کے کلام کی تاثیر..................	۳۵
۳۴......	نااہل شیخ سے قطع تعلق..................	۳۶
۳۵......	پریشانی کا فائدہ..................	۳۸
۳۶......	حاجی صاحب کا انداز تربیت..................	۳۸
۳۷......	علوم تصوف کا اظہار..................	۳۹
۳۸......	حکیم الامت کا انداز تربیت..................	۳۹
۳۹......	چشتی اور نقشبندی کا فرق..................	۴۰
۴۰......	طالب اور مطلوب کی باہم احتیاج..................	۴۱

وعظ

ادب الاعتدال وادب الترک

(رعایت حدود)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ نے دوران سفر مختلف مقامات پر مختصر مختصر بیان فرمایا جن سب کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ان بیانات میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات ارشادفرمائی ہے کہ دین نام ہے حفاظت حقوق اور رعایت حدود کا جو آدمی احکام دین میں اس بات کی رعایت کرے وہ دیندار ہے۔ حضرت کی یہ مجالس ہر خاص وعام کے لیے انتہائی مفید ہیں اس لیے ہدیہ قارئین کی جارہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔

خلیل احمد تھانوی

۱۲محرم الحرام ۱۴۳۹ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خطبۂ ماثورہ

الحمد للّٰہ نحمدہٗ و نستعینہٗ ونستغفرہٗ و نؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد انّ سیدنا ومولانا محمدًا عبدہ ورسولہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ اٰلہ واصحابہ و بارک وسلم **أما بعد:**

فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم

حامدا و مصلیا!

طالب کی جانچ

موضع اعظم گڑھ میں زائرین کا بہت ہجوم ہوا(۱) اور بہت سے ان میں اس بات کے طالب ہوئے کہ ہماری بستی میں تشریف لے چلئے، فرمایا وقت بہت تنگ ہے، میں خواجہ عزیز الحسن صاحب سے وعدہ کر چکا ہوں کہ ان کے ساتھ ایک مقام پر ریاست بھرت پور میں جاؤں گا اور باقیوں کو لکھا کہ جس کا دل چاہے مجھ کو منگل کے روز الٰہ آباد میں ملیں آج اتوار ہے مجھ کو پرسوں الٰہ آباد پہنچنا ضروری ہے، بیچ میں سرائے میر اور فتح پور کا بھی وعدہ کر چکا ہوں، اب اتنا وقت کسی طرح نہیں ہے کہ کہیں جاسکوں۔ فتح پور کے لیے بھی بمشکل دو گھنٹے ملے ہیں اور مقامات پر جانے کی ایک صورت یہ ہوسکتی ہے کہ اس وقت تو میں الٰہ آباد چلا جاؤں اور خواجہ صاحب سے مشورہ کروں ، وہ وہاں ملیں گے، اگر وہ اپنے ساتھ لیجانا ملتوی کردیں تو الٰہ آباد

(۱) ملاقات کے لیے آنے والوں کا بہت رش ہو گیا۔

سے پھر لوٹ آؤں، گو مجھ کو اس میں تکلیف ہوگی مگر خیر میں اس کو گوارا کروں گا، بدنظمی نہ ہونی چاہیے، لیکن اس کے لیے بھی کئی شرطیں ہیں، ایک یہ کہ میں حتمی وعدہ نہیں کرتا کہ میں لوٹ آؤں گا۔ خواجہ صاحب سے مشورہ کے بعد جو کچھ طے ہوگا اس پر عمل ہوگا۔ دوسرے یہ کہ میں خواجہ صاحب پر زور نہیں دوں گا کہ وہ اپنے ساتھ نہ لے جائیں اس واسطے مناسب ہے کہ جس جس کو مجھے اپنے یہاں لے چلنا ہو وہ سب اپنا اپنا ایک ایک وکیل جو ان کے نزدیک معتمد علیہ ہو (۱) میرے ہمراہ بھیج دیں وہ وکلا وہاں خواجہ صاحب سے کہیں اگر خواجہ صاحب نے منظور کرلیا تو میں ان وکلاء کے ساتھ واپس آجاؤں گا اور اس میں بھی شرط یہ ہے کہ معتد بہ تعداد (۲) مقامات کی ہوجاوے، ایک دو جگہ کے لیے اتنے لمبے سفر کو دہرانا نہیں ہوسکتا اس وقت لوگ مقامات کے نام لکھوادیں، اگر تعداد معتد بہ ہوگئی تو خیر یہ طول گوارا کیا جاویگا۔ لوگوں نے کہا کہ خواجہ صاحب کو تار دے دیں، فرمایا تار کے قصے بہت دیکھے ہیں، مشورہ طلب باتوں میں تار سے کچھ کام نہیں چلتا کیونکہ اتنا مضمون تار میں کیسے جاسکتا ہے، آپ لوگ آپس میں مشورہ کر کے وکلاء منتخب کرلیں اور میرے پاس لے آویں، اگر پانچ مقام بھی ہوگئے تو میں چلا آؤں گا۔

چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد چار جگہ کے آدمیوں نے آمادگی ظاہر کی وہ چار جگہ یہ ہیں ہمی پور، پوروا معروف، مبارک پور، بہادر گنج ان سب نے پوری آمادگی ظاہر کی، لیکن جب موسیٰ سے روانہ ہوئے تو اسٹیشن پر انبوہ (۳) میں کچھ پتہ نہ چلا کہ کس کس کے وکیل ساتھ ہیں، جب ریل میں بیٹھ گئے اور روانہ ہوگئے تو فرمایا جو جو لوگ بلانا چاہتے تھے انہوں نے اپنے اپنے وکیلوں کے بھیجنے کا کیا انتظام کیا۔ خدام نے عرض کیا ہم کو نہیں معلوم ظاہراً تو لوگ سست ہوگئے، اس وجہ سے کہ ان کو پوری امید نہیں رہی۔

(۱) جس پر ان کو اعتماد ہو (۲) قابل شمار مقامات ہوجائیں (۳) مجمع میں۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی سفر کے بارے میں احتیاط

فرمایا میں جب کسی کا بلایا ہوا جاتا ہوں تو اس کے آدمی کو ضرور ساتھ لے لیتا ہوں، بس یہ کام ساتھ رہنے کا مشکل ہے صرف بلاوادے دینا تو کچھ بات نہیں، تمام راستہ کا بار، سفر کا اور انتظامات کا مدعو کے سر رہتا ہے(۱)، بلانے والے کی صرف زبان ہلتی ہے اور بہت سے بہت یہ کہ روپیہ خرچ کر دیا، جب انتظام کا بار اپنے ذمہ پڑتا ہے تب معلوم ہوتا ہے کہ بلانا کیا چیز ہے انتظام کارے دارد(۲)۔ اس سے طلب کی بھی جانچ ہوجاتی ہے(۳) جو طالب ہوگا وہ سو بکھیڑے اپنے ذمہ لے گا اور اس میں اپنی آسائش بھی (۴) ہے، راستہ اور سفر کی ضروریات سے جیسا کہ داعی (۵) کا آدمی واقف ہوسکتا ہے ایسا مدعو نہیں ہوسکتا(۶)، اسی سفر میں اگر بھائی اکبر علی کا آدمی گورکھپور سے ساتھ نہ ہوتا تو ڈوری گھاٹ کے اسٹیشن پر کس قدر مصیبت کا سامنا ہوتا جو کچھ تجویزیں ہم نے اور بھائی اکبر علی نے کی تھیں کہ سواری وغیرہ کا انتظام پورا کردیا تھا وہ سب درمیان میں ایک جگہ ریل نہ ملنے سے الٹ پلٹ ہوگئیں۔ اگر وہ خدمت گار نہ ہوتا تو سردی میں اور اندھیرے میں رات کو کہاں پڑتے (۷)۔ وہ واقف تھا اس نے اتنا تو کرلیا کہ دھرم شالہ میں جا ٹھہرایا، میں کہیں از خود جانے سے بڑی عار(۸) رکھتا ہوں، البتہ بہت ہی مخلص آدمی ہو تو اس کے یہاں جانے میں کچھ تامل نہیں کرتا اس سے شرطیں لگانے کو تکلف اور ایذا سمجھتا ہوں اور بلا خاص تعلق کے کسی کے یہاں جانے میں بہت ہی شرطیں لگاتا ہوں اور پوری طرح دیکھ لیتا ہوں کہ وہ دل سے بلاتا ہے یا نہیں اور ابھی کوئی دینی یا دنیاوی مفسدہ تو اس پر مرتب نہیں، پوری طرح چھان بین کر کے تب جاتا ہوں حتی کہ بعض لوگ میری ان شرائط کو

(۱) راستہ کے انتظامات کی ذمہ داری مدعو کے ذمہ رہتی ہے (۲) انتظامات کرنا ایک مستقل کام ہے (۳) طلب کا اندازہ ہوجاتا ہے (۴) آرام (۵) بلانے والے کا (۶) جس کو دعوت دی گئی ہو (۷) کہاں گذارتے (۸) شرمندگی۔

دیکھ کر یہ سمجھتے ہیں کہ اس کے مزاج میں بہت خودکشی ہے(۱) مگر تعجب ہے کہ اس پر بھی ایک مہربان نے اس کو آوارہ گردی سمجھ کر اعتراض کیا۔

اللہ تعالیٰ سے اپنا معاملہ صاف رکھنا چاہیے

یہ ایک صاحب ہمارے مجمع کے مخالف ہیں، بڑے ناز نخروں سے سفر کرتے ہیں۔ ایک موقع پر کسی نے بلایا تو طعنہ کے طور پر کہا کہ ہم پٹواریوں کی طرح مارے مارے نہیں پھرتے اور ایک دفعہ بعض اہل بدعت نے وہابیوں کی شناخت یہ بھی چھاپی تھی کہ دور دور کی دعوتیں کھاتے ہیں، کیا مشکل ہے ایک طرف تو وہ اعتراض کہ یہ اپنے آپ کو کھینچتے ہیں اور ایک طرف یہ کہ پٹواری بنادیا اگر معترضین کے کہنے کا خیال کیا جاوے تو زندگی محال ہے اس واسطے آدمی کو چاہیے کہ اپنا معاملہ حق تعالیٰ کے ساتھ صاف رکھے اور دنیا کو بکنے دے کوئی کچھ کہا کرے۔

مخالفین کا حال

احقر نے عرض کیا تعجب ہے کہ مخالفین یہ اعتراض کرتے ہیں اور تکلف کی دعوتیں چاہتے ہیں، منہ سے مانگ کر لیتے ہیں جیسے مناظرہ رام پور میں ہوا کہ قادیانی لوگ فرمائش کر کر کے بہت سا گھی اور شکر اور انڈے اور مرغی بکرے کا گوشت اور کیا کیا روزانہ لیتے تھے اور سفر خرچ میں بھی نواب صاحب سے سینکڑوں کی رقم وصول کی بخلاف ہمارے مجمع کے، کہ کبھی کوئی فرمائش نہیں کی اور بہت اصرار کے بعد فرمائش کی بھی تو ماش کی دال کی اور سالن میں گھی کم کردینے کی۔ فرمایا ہاں بہت جگہ دیکھا کہ یہ لوگ گھڑ گھڑ کے وصول کرتے ہیں کسی کے پانچ انڈے روز مقرر ہیں اور کسی کے ناشتے میں حلوہ اور پراٹھے مقرر ہیں، کسی کی فیس بہت زیادہ مقرر ہے جو علاوہ سفر خرچ کے وصول کی جاتی ہے غرض سیاحین (۲) میں کوئی مجمع صلحاء کا نہیں دیکھا، کہیں یہ نہیں دیکھا

(۱) بہت سختی ہے (۲) سفر کرنے والوں میں۔

کہ دس پانچ آدمی ایسے ہوں جن کو صالح اور دین دار کہا جاسکے کوئی شاذونادر اور اکیلا دین دار ہو تو ہو اور ہمارے ہاں بحمد اللہ اتنے دیندار موجود ہیں کہ مجمع کے مجمع ہوسکتے ہیں۔ ہر مجمع میں ممکن ہے کہ دس پانچ آدمی ایسے دکھائے جاسکیں جن کا صالح ہونا مسلم ہو۔

احناف میں تفقہ فی الدین

اکثر غیر مقلد لوگ اپنا نام اہلحدیث رکھتے ہیں لیکن حدیث سے ان کو مس بھی نہیں ہوتا[۱] صرف الفاظ پر رہتے ہیں اور حدیث میں جو بات سمجھنے کی ہے جس کی نسبت وارد ہے: ''من یرد اللّٰہ بہ خیراً یفقھہ فی الدین ''[۲] وہ اور چیز ہے اگر وہ صرف الفاظ کا سمجھنا ہوتا تو کفار بھی تو الفاظ سمجھتے تھے وہ بھی فقیہ ہوتے اور اہل خیر ہوتے ''تفقہ فی الدین '' یہ ہے کہ الفاظ کے ساتھ دین کی حقیقت کی پوری معرفت ہو سو ایسے لوگ حنفیہ میں بکثرت ہیں۔

حاجی امداد اللہ صاحب کا محققانہ انداز

حضرت حاجی صاحب ایک شیخ تھے، عالم ظاہری پورے نہ تھے مگر تحقیق کی شان یہ تھی کہ ایک شخص بھوپال سے حج کرنے آئے تھے، حضرت سے بیعت ہوئے ان کے ساتھ ایک دوسرے شخص بھوپال کے تھے جو سخت غیر مقلد تھے اور ان پہلے صاحب کو بھی وہ غیر مقلد سمجھتے تھے۔ ان بھوپالی غیر مقلد صاحب نے اس سے سمجھا کہ حضرت غیر مقلد کو بھی بیعت کر لیتے ہیں۔ انہوں نے ان صاحب کی معرفت حضرت حاجی صاحب سے دریافت کرایا کہ میں بھی بیعت ہونا چاہتا ہوں مگر غیر مقلد ہی رہوں گا۔ حضرت نے اس شرط کو منظور فرما لیا پھر وہ خود حاضر ہوئے اور تصریحاً

(۱) معنی حدیث کی حقیقت سے ناواقف ہوتے ہیں (۲) ''جس شخص سے اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں'' الصحیح للبخاری: ۱/ ۲۸، کنز العمال: ۲۸۷۰۵

پوچھا فرمایا ہاں کچھ حرج نہیں۔ بس بیعت کرلیا لیکن بیعت ہونا تھا خدا جانے کیا اثر ہوا کہ اس کے بعد اول ہی وقت نماز میں نہ آمین کہی نہ رفع یدین کیا۔ حضرت کو خبر ہوئی تو حضرت چونک اٹھے اور بلا کر ان سے پوچھا کہ اگر آپ کی تحقیق اور رائے بدل گئی تب تو خیر۔ اور اگر میری خاطر سے ایسا کیا تو میں ترک سنت کا وبال اپنے اوپر نہیں لیتا۔ یہ دیکھئے تحقیق کی شان ہے اور سنت سے ہمارے حضرات کو اور خصوصاً حضرت حاجی صاحب کو سنت کے ساتھ غایت درجہ کا تعشق تھا(۱) پھر ایسے لوگوں کو متعصب کہا جائے تو کس قدر ظلم ہے ہاں متصلب ہیں، متعصب نہیں۔ تصلب اور چیز ہے اور تعصب اور چیز، متصلب فی الدین اس شخص کو کہتے ہیں جو دین میں پختہ ہو اور متعصب ناحق ہٹ کرنے والے کو کہتے ہیں۔

علماء کے متعصب نہ ہونے کی مثال

علی گڑھ کالج کے بعض طلبہ نے مجھ سے کہا کہ علماء متعصب ہیں، میں نے کہا کہ ایک مثال دیتا ہوں اور آپ ہی پر فیصلہ رکھتا ہوں اس سے بخوبی واضح ہوجائے گا اگر کوئی کہے کہ سنا ہے تمہاری ماں اول رنڈی تھی پھر نکاح کرلیا، اس کے بعد تم پیدا ہوئے، کیا یہ بات صحیح ہے۔ سو اول تو اس میں عیب کیا ہے کہ ایک عورت رنڈی تھی، اس نے توبہ کرلی اور نکاح کرلیا، اس کے بعد جو اولاد ہوگی وہ تو حلال کی ہوگی اس سے اس شخص کے نسب میں کچھ طعن نہیں ہوتا۔ دوسرے اس سے قطع نظر اگر یہ بات واقع ہو تب تو ایک واقعی بات کے تحقیق کرنے میں کچھ بھی حرج نہیں، اب میں پوچھتا ہوں آپ سے کہ میں فرضی صورت کو چھوڑ کر یہی صورت اختیار کرتا ہوں کہ یہ بات واقعی ہو اور ایک مجمع میں بیان کی جائے تو کیا وہ شخص ٹھنڈے دل سے اس واقعہ کو سن کر جواب دے گا یا جوش کے مارے آپے میں نہ رہے گا، بلکہ اگر اس پر جوش نہ ہو تو آپ کے نزدیک یہ داخل بے غیرتی ہوگا یا نہیں۔ اور اگر آپ

(۱) درجہ عشق میں محبت تھی۔

انکار کریں تو ہم امتحان کر کے دکھادیں۔ بتلایئے کہ اس کو جوش کیوں ہوگا اور یہ جوش کا ہونا آپ کے نزدیک بجا کیوں ہے اور جوش کا نہ ہونا بے غیرتی کیوں ہے۔ اگر وہ شخص واقعی بات کہتا ہے تب تو سچی بات پر غیظ آنا(۱) کیا معنی اور اگر جھوٹی بات کہتا ہے تب بھی جوش کے کچھ معنی نہیں، خدا کا شکر کرنا چاہیے کہ اس کی ماں میں یہ عیب نہیں اور اس کہنے والے کو نرمی سے اور دل سوزی سے اور جن الفاظ کو وہ پسند کرے ان الفاظ سے سمجھا دینا چاہیے کہ بھائی یہ بات غلط ہے اور اگر نہ مانے تو اس کے حال پر چھوڑ دینا چاہیے اور اس سے کچھ تعرض نہ کرنا چاہیے تو اس پر جوش ہونے کی وجہ یہی ہے کہ اپنی ماں کی عزت ہر شخص کے دل میں ہوتی ہے۔ اس کی نسبت کوئی برا لفظ سننا قطع نظر واقعیت اور غیر واقعیت سے گوارا نہیں ہوتا۔ بس ہم کو ہماری نظر میں دین کی عزت ماں سے زیادہ ہے، کوئی ناشائستہ لفظ دین کی نسبت سننا گوارا نہیں ہوتا اور فوراً جوش آہی جاتا ہے اور جوش نہ آنے کو ہم بے غیرتی سمجھتے ہیں۔ سوال کی طرح سوال کرو تب دیکھو ہم ناراض ہوتے ہیں یا نہیں، خود ہماری کتابوں ہی میں اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ایسے سوال لکھے ہوئے ہیں جن سے توحید اور رسالت اڑی جاتی ہے اور علماء نے ان کے جواب نہایت متانت سے دیئے ہیں۔ غیض وغضب کا کچھ کام نہیں، ان سوالوں میں تحقیق مدنظر ہے اور آپ لوگوں کو تحقیق مدنظر نہیں صرف استہزاء بالدین (۲) اور چھیڑ چھاڑ منظور ہے سو اس کو تو ہم کبھی نہیں سن سکتے۔ یہ جواب ہے تمہارے سوال کا اور اگر اس کو بھی تعصب ہی کہتے ہو تو دوسری بات لیجئے، آپ ایسے متعصبین سے تحقیق ہی نہ کیجئے ایسے جوش کے حضرات پرانے علماء ہیں جنہوں نے کبھی ایسی بددینی کی باتیں نہ سنیں تھیں، آپ ہم سے پوچھئے ہم ایسے غیرت دار نہیں۔ وجہ یہ کہ ہم تمہاری صحبت سے اور بار بار سننے

(۱) غصہ آنے کا کیا مطلب (۲) دین کا مذاق اڑانا مقصود ہے۔

سے بے غیرت ہوگئے ہیں، ہم سے بے تکلف پوچھئے جو کچھ پوچھنا ہو۔ جن صاحب نے یہ کہا تھا کہ علماء میں تعصب ہے ان پر تو ایسا اثر ہوا کہ وہ فوراً میرے موافق بن گئے اور طالب علموں کو بھی سنا کہ آپس میں کہتے تھے جس کو جواب لینا ہو یہاں آجاؤ۔ مگر کسی کے کہے بغیر حضرت نے خود ہی سنے سنائے شبہات کو جمع کر کے ان کا حل کیا اس رسالہ کا نام ''الانتبھاھات المفیدہ عن الاشتباھات الجدیدہ'' رکھ دیا یہ جامع رسالہ قابل دید ہے اس کو علم کلام جدید کہنا چاہیے اس کی نظیر پہلے کبھی نہیں ہوئی یہ توفیق نہ ہوئی کہ سوالات کرتے بلکہ ان سے یہ بھی کہا گیا تھا کہ اپنے شبہات آزادی کے ساتھ لکھ کر بھیج دو، یہ بھی کسی سے نہ ہوا ان لوگوں کی باتیں ہی باتیں ہیں، دوسرے کے سر الزام رکھ کر خود کام سے بچنا چاہتے ہیں۔

نرمی اور مداہنت میں فرق

غرض علماء سے بدگمانی دور ہی دور سے ہے ہمارے علماء تو ایسے کریم النفس اور شفیق ہیں کہ ان سے نفرت ہو ہی نہیں سکتی، لیکن تصلب کیسے چھوڑ دیں، نرمی اور چیز ہے اور مداہنت اور چیز، ہمارے علماء نرم تو بہت ہی زیادہ ہیں ہمارے علماء کی کوئی تحریر دل آزار نہیں دکھائی جاسکتی، ہاں جواب ایسا ہوتا ہے کہ اسکا جواب نہ آسکے۔ تحقیق کی شان یہ ہے، کہیں کوئی کلمہ بے ہودہ نہ ہوگا، بات کا جواب پورا دیں گے، کسی کی رورعایت نہ کریں گے، ان سے مداہنت نہیں ہوسکتی۔ یہ طریقہ ان کو پسند نہیں کہ گنگا پر گئے تو گنگا داس اور جمنا پر گئے تو جمنا داس، آج کل لوگوں نے یہ شعر یاد کرلیا ہے۔

حافظا گر وصل خواہی صلح کن باخاص وعام
با مسلماں اللہ اللہ با برہمن رام رام(۱)

(۱) ''اے حافظ اگر جوڑ چاہتے ہو ہر خاص وعام سے صلح کرو، مسلمان کے ساتھ اللہ اللہ اور برہمن کے ساتھ رام رام کرو''۔

یہ حافظ کا شعر کہا جاتا ہے مگر یہ حافظ شیرازی کا نہیں ہے کوئی آنکھوں کا حافظ ہوگا وہ تو ہندوستان آئے بھی نہ تھے، رام رام کیا جانیں، ہمارے ان علماء سے جب کوئی ملتا ہے تو پھر کبھی نہیں کہتا کہ متشدد ہیں، ہاں مخالفین کے علماء متشدد بھی ہیں اوران کا علم بھی بہت ہی ناتمام ہے، ایک غیر مقلد مجھ سے کہنے لگے کہ ہمارے علماء سوائے آمین اور رفع یدین کے کچھ نہیں جانتے، اسی واسطے ہم معاملات کے مسائل آپ سے پوچھا کرتے ہیں، حالانکہ یہ شخص بہت ہی سخت ہیں ان کے دوسرے بھائی بھی غیر مقلد ہیں مگر وہ نرم ہیں وہ کہنے لگے ہمارا یہی دعویٰ غلط ہے کہ ہم غیر مقلد ہیں ہم تو نہ عالم ہیں نہ محدث، جب تک حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ زندہ تھے ان سے پوچھتے تھے اب آپ سے پوچھتے ہیں۔

آمین بالجہر سے متعلق حضرت حکیم الامت کا مسلک

حکیم الامت نے فرمایا ہم ایک دفعہ گڑھی گئے (یہ ایک قصبہ ہے ضلع مظفر نگر میں) وہاں کے رئیس نے کسی تقریب میں مجمع کیا تھا اور یہ دونوں بھائی بھی آئے ہوئے تھے وہاں انہوں نے آمین پکار کرنہیں کہی مجھے اس کی قدر ہوئی۔ مولانا شیخ محمد کے زمانہ میں ایک دفعہ کیڑی (۱) کے ایک آدمی جمعہ میں آئے ہوئے تھے انہوں نے مولانا کے پیچھے آمین کہی تمام جماعت بھر میں کھلبلی مچ گئی کسی نے کہا نکال دو، کسی نے کہا مارو۔ مولانا نے سب لوگوں کو ساکت (۲) کیا اور کہا کوئی ایسی بات نہیں ہوئی جو اس قدر غل مچاتے ہو (۳) پھر ان صاحب کو بلا کر پوچھا جنہوں نے آمین بالجہر کہی تھی کہ جن لوگوں نے آمین زور سے نہیں کہی ان کی نماز تمہارے نزدیک ہوئی یا نہیں۔ جواب دیا نماز تو ہوگئی فرمایا پھر اتنے مجمع کو پریشان کرنے کی

(۱) جگہ کا نام ہے (۲) خاموش کرایا (۳) شور کرتے ہو۔

ضرورت تھی؟ حکیم الامت نے فرمایا ہم لوگوں کا بھی یہی مسلک ہے، ہم آمین بالجہر کے ایسے خلاف نہیں کہ اس کے واسطے فوجداریاں کی جائیں، قنوج کی جامع مسجد میں ایک دفعہ میرے وعظ کی خبر سن کر غیر مقلدین جمعہ میں شریک ہوئے اور آمین بھی زور سے کہی جب کسی نے کچھ نہ کہا تو دوسری رکعت میں تھوڑوں نے کہی۔

نرمی کا اثر

دیکھئے نرمی کا یہ اثر ہوتا ہے کہ بعد نماز میں نے وعظ کہا اور بدعات ورسوم کا بیان کیا، غیر مقلدین نے کہا آج معلوم ہوا کہ ہم بھی بدعات میں مبتلا ہیں۔ (بیان کے لیے منتخب) آیت یہ تھی: ﴿قُلْ لِّـاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا﴾ (۱) ’’اے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنی بیبیوںؓ سے فرمادیجئے کہ تم اگر دنیوی زندگی کا عیش اور بہار چاہتی ہوتو آؤ تم کو کچھ دنیوی مال ومتاع دے دیں اور تم کو خوبی کے ساتھ رخصت کردوں‘‘۔

جس میں میں نے بیان کیا کہ قرآن شریف کے الفاظ تو بتلاتے ہیں کہ بیبیوں سے کہہ دینا چاہیے کہ اگر تم دین کی پابندی نہ کروگی تو تم کو طلاق دیدیں گے (لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی سختی نہیں فرمائی (خ)) یہ ان (ازواج مطہرات (خ)) کی محبت تھی (کہ انہوں نے دنیاوی مال ودولت کے بجائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہنا پسند فرمایا اور اپنے مطالبہ نفقہ سے دست بردار ہوگئیں یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نرمی ہی کا تو نتیجہ تھا (خ)) دیکھئے ہم لوگوں نے آمین کے باب میں سختی نہیں کی ہمارے علماء میں تشدد ہی نہیں، قنوج ہی میں مجھ سے ایک شخص نے

(۱) سورۃ الاحزاب: ۳۳/ ۲۸۔

مولود شریف پڑھنے کی درخواست کی، میں نے کہا مجھے پڑھنے سے تو انکار نہیں ہے، مگر میرا پڑھنا آپ کو پسند نہ آئے گا، وہ بولے جس طرح پڑھو گے ہم کو پسند ہے، میں نے وعدہ کرلیا، وہاں ایک غیر مقلد بیٹھے تھے، صاحب فرمائش (۱) نے ان سے کہا تم بھی آنا جن کے مکانوں پر میں ٹھہرا ہوا تھا انہوں نے کہا کہ ’’ لَا حَولَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه ‘‘ میں نے کہا کہ لاحول کا ہے پر پڑھی، آپ کو کیا معلوم ہے کہ میں کیسے پڑھوں گا۔ آپ آویں اور مجلس کے کنارہ پر بیٹھیں اور کوئی بدعت ہو فوراً اٹھ جاویں۔

غیر مقلدین میں اتقاء کی کمی

چنانچہ بعد عصر بیان ہوا اور میں نے بطور وعظ بیان کیا وہ صاحب علیحدہ بیٹھے رہے، میں نے اس آیت کا بیان کیا ﴿الٓرٰ قف كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ اِلَيۡكَ لِتُخۡرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ﴾ (۲) ’’الٓرٰ۔ یہ قرآن ایک کتاب ہے جس کو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا ہے تاکہ آپ تمام لوگوں کو ان کے پروردگار کے حکم سے تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لائیں‘‘۔

مغرب تک بیان ہوا اور وہ برابر بیٹھے رہے اور بعد میں کہا ایسے مولود شریف سے کیا انکار ہے وہی غیر مقلد کہنے لگے کہ ہم اپنے آپ کو عامل بالحدیث کہتے ہیں مگر ہمارا عمل بالحدیث صرف آمین بالجہر اور رفع یدین تک محدود ہے اور دیگر امور میں یہ حالت ہے کہ میں عطر میں تیل ملا کر بیچتا ہوں۔ کبھی وسوسہ بھی نہیں گزرا کہ یہ حدیث کے خلاف ہے۔ (فرمایا حضرت والا نے) یہ حالت ہے ان لوگوں کی جو حدیث حدیث کہتے پھرتے ہیں خود ایک غیر مقلد کہتے تھے کہ ہم میں

(۱) میلاد کی درخواست کرنے والے نے (۲) سورۃ ابراہیم:۱۔

متقی کم ہیں اور حنفیہ میں خشیت اتقاء زہد وغیرہ والے کثرت سے ہیں۔ محمد آباد کے اسٹیشن پر چار پانچ آدمی ملنے کو آئے اور بہت خلوص سے ملے، فرمایا اس نواح میں دو چار دن رہنا ہوتا ہے تو سرور ہوتا ہے یہاں کے لوگ بڑے مخلص ہیں جانبین سے محبت ہو تو عجیب نعمت ہے یہ حب فی اللہ ہے۔ یہی کچھ چیز ہے اور جو محبت کسی غرض سے ہوتی ہے وہ لاشے اور محض دھوکہ ہے۔ امام شافعی صاحب کا قول ہے کہ جنت کی تمنا یہ خبر سن کر ہوگئی ہے کہ وہاں احباب سے ملاقات ہوگی، یہ تھے صوفی اور فقیہ۔

تصوف اور فقہ کے معنی

اب لوگوں نے تصوف اور فقہ دونوں کے معنی بدل دیئے ہیں اور دونوں کو متنافیین (۱) قرار دیا ہے حالانکہ ان میں تنافی نہیں کیونکہ تصوف کے معنی ہیں تعمیر الظاھر والباطن ظاہر کی تعمیر اعمال سے اور باطن کی اخلاق سے۔ اور فقہ کی امام صاحب نے تعریف کی ہے معرفت النفس مالھا وماعلیھا یہ عام ہے۔ اعمال ظاہر و باطنی سب کو تو تصوف اور فقہ میں منافات کہاں ہے پہلے لوگ فقہ اور تصوف کے جامع ہوتے تھے یہ بلا آج کل ہی پھیلی ہے کہ دونوں علیحدہ سمجھ کر دونوں کو خراب کیا حالانکہ ان دونوں کا ساتھ ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ صحبت کے لیے اس شخص کو اختیار کرو جو محدث بھی ہو، فقیہ بھی ہو اور صوفی بھی۔ اعتدال اسی سے ہوتا ہے یہ قول ان کا قول جمیل میں ہے۔

حضرت مولانا شاہ اسماعیل صاحب شہید حنفی تھے

شاہ عبدالعزیز صاحب کا خاندان ماشاء اللہ ان اوصاف کا جامع ہے جن میں مولانا اسماعیل صاحب بھی ہیں، بعض لوگ مولانا کو غیر مقلد سمجھتے ہیں حالانکہ یہ

(۱) ایک دوسرے کے منافی۔

بالکل غلط ہے، میرے ایک استاد بیان فرماتے تھے کہ وہ سید صاحب کے قافلے کے ایک شخص سے ملے ہیں ان سے پوچھا تھا کہ مولانا غیر مقلد تھے؟ انہوں نے کہا کہ یہ تو ہم کو معلوم نہیں لیکن سید صاحب کے تمام قافلہ میں یہ مشہور تھا کہ غیر مقلد چھوٹے رافضی ہوتے ہیں(۱) اس سے سمجھ لو کہ اس قافلہ میں کوئی غیر مقلد ہوسکتا ہے۔ ایک حکایت اور فرمائی سند یاد نہیں کسی نے مولانا سے مسئلہ پوچھا، فرمایا کہ امام صاحب کے نزدیک یوں ہے اس نے کہا آپ اپنی تحقیق فرمائیے، فرمایا میں کیا کہتا ہوں امام صاحب کے سامنے، مولانا کے غیر مقلد مشہور ہونے کی وجہ یہ ہوئی کہ مولانا نے بعض جاہل غالی مقلدین کے مقابلہ میں بعض مسائل خاص عنوان سے تعبیر کرائے اور ایک باران کے مقابلہ میں آمین زور سے کہہ دی کیونکہ غلو اس وقت ایسا تھا کہ میں نے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ ایک شخص نے زور سے آمین کہہ دی تھی تو اس کو مسجد کے اونچے فرش پر سے گرادیا تھا، مولانا کو اس پر بہت جوش ہوا اس کتاب میں ہے کہ آپ نے بیس مرتبہ آمین کہی۔ شاہ عبدالعزیز صاحب سے لوگوں نے یہ واقعہ بیان کیا اور کہا ان کو سمجھائیے، فرمایا وہ خود عالم ہیں اور تیز ہیں کہنے سے ضد بڑھ جاوے گی، خاموش رہو۔ مولانا نے ایک رسالہ بھی رفع یدین کے اثبات میں لکھا ہے لیکن غیر مقلد ہرگز نہ تھے۔ ایک حکایت مولوی فخر الحسن صاحب بیان کرتے تھے اس سے بھی مولانا کے حنفی ہونے کی تائید ہوتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ مولانا کے ایک بیٹے محمد عمر نامی مجذوب تھے اور بہت بھولے لیکن بہت ذہین چنانچہ ایک شخص ان کے سامنے کنز لے گیا کہ اس کا سبق پڑھا دیجئے، کہا میں نے یہ کتاب دیکھی نہیں مگر جب وہ طالب علم پڑھنے بیٹھا تو بہت اچھی طرح سے پڑھا دی، حتی کہ تھوڑا تھوڑا پڑھ کر اس نے کتاب بند کی تو کہا بھائی دس ورق تو پڑھو

(۱) چھوٹے شیعہ۔

اور بھولے ایسے تھے کہ ایک بار مولوی محبوب علی صاحب کے وعظ میں پہنچے، مجمع بہت تھا مگر واعظ صاحب کی آواز پست تھی ان کو آواز نہ آئی تو گھر لوٹ کر گئے اور کہا کہ دعا کریں گے کہ اس واعظ کی آواز بڑھ جاوے اور دعا مانگی پھر فوراً آدمی بھیجا، دیکھنے کے لیے بتلاؤ آواز کچھ بڑھی یا نہیں۔ سو یہ صاحبزادے ایک دفعہ جامع مسجد کے حوض کے پاس کو گزرے وہاں غیر مقلدین میں مذاکرہ حدیث ہورہا تھا، یہ بھی بیٹھ گئے، ہمراہیوں نے عرض کیا کہ حضرت یہ لوگ غیر مقلد ہیں، فرمایا بلا سے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تو بیان ہورہا ہے۔ بیان کرنے والے نے ایک مقام میں امام صاحب پر کچھ طعن کیا، انہوں نے ایک دھول رسید کی اور کہا چلو یہاں بے ایمان ہیں، ان کی وجاہت بہت تھی کوئی بول نہ سکا، سو اس قصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا غیر مقلد نہ تھے۔ اگر غیر مقلد ہوتے تو ان کا بیٹا ایسا کیوں ہوتا، واللہ اعلم جیسے ہمارے مجمع کو بھی تو بعض لوگ غیر مقلد کہتے ہیں اور غیر مقلد ہم کو مشرک کہتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ ہمارے مجمع میں بعض مقلدین کی طرح تقلید جائز نہیں حتی کہ اگر امام صاحب کی دلیل سوائے قیاس کے کچھ نہ ہو اور حدیث معارض موجود ہو تو قول امام کو چھوڑ دیا جاتا ہے جیسے "ما اسکرہ کثیرہ فقلیلہ حرام"(۱) میں ہوا ہے کہ امام صاحب نے قدر غیر مسکر کو جائز کہا ہے کہ اور حدیث میں اسکے خلاف کی تصریح موجود ہے یہاں امام صاحب کے قول کو چھوڑ دیتے ہیں مگر اس کے لیے بڑے متبحر(۲) کی ضرورت ہے، کسی مسئلہ کی نسبت یہ کہنا بڑا مشکل ہے کہ اس میں دلیل سوائے قیاس کے کچھ نہیں ہے اس واسطے کہ کہیں احتجاج بعبارت النص ہوتا ہے اور کہیں باشارۃ النص ہوتا ہے(۳) اور یہ سب احتجاج بالحدیث ہے(۴)۔

(۱) سنن ابن داؤد: ۳۶۸۱، سنن الترمذی: ۱۸۶۵ (۲) گہرے علم کی ضرورت ہے (۳) کہیں عبارت کے سیاق وسباق سے دلیل پکڑی جاتی اور کہیں اس عبارت سے اشارۃ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے (۴) یہ بھی حدیث ہی سے استدلال ہے۔

عمل بالحدیث کا مفہوم

البتہ "ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام" کے خلاف واقعی کوئی دلیل سوائے قیاس کے نہیں ہے۔ آثار صحابہ سو وہ حدیث کے مقابل نہیں ہو سکتے، (فرمایا) ایک صاحب کہتے تھے کہ غیر مقلدین جو عمل بالحدیث کا دعویٰ کرتے ہیں اس سے کیا مراد ہے۔ بعض احادیث مراد ہیں یا کل اگر بعض مراد ہیں تو ہم بھی عامل بالحدیث ہیں اور اگر کل مراد ہیں تو وہ بھی عامل بالحدیث نہیں کیونکہ تعارض کے وقت دو حدیثوں میں سے ایک کو ضروری چھوڑنا پڑتا ہے۔

اہل حق کو سب وشتم کرنے کا انجام

(فرمایا) جو لوگ اہل حق کو سب وشتم کرتے ہیں (۱) ان کے چہروں پر نور علم نہیں پایا جاتا بلکہ خالص کفار اتنے ممسوخ نہیں پائے جاتے جتنے یہ لوگ ہیں (۲)۔ اس کی وجہ میں نے بطور لطیفہ کے کہا تھا کہ کفر فعل باطن ہے اس کا اثر چھپا ہوا رہتا ہے اور سب وشتم فعل ظاہر ہے اس کا اثر نمایاں ہو جاتا ہے۔ انگریزی خوانوں پر نور ایمان نہ سہی مگر شان تو ہوتی ہے ان میں وہ بھی نہیں خدا بچاوے۔

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد　　　میلش اندر طعنہ پاکاں برد

"جب اللہ تعالیٰ کسی کی پردہ دری اور رسوائی چاہتے ہیں تو اس کا میلان نیک لوگوں کے طعن میں پیدا کر دیتے ہیں"

چوں خدا خواہ کہ پوشید عیب کس　　　کم زند در عیب معیوبان نفس

"اللہ تعالیٰ کو جب کسی کی عیب پوشی منظور ہوتی ہے تو وہ شخص عیب دار لوگوں کے عیب میں بھی کلام نہیں کرتے"۔

---

(۱) گالیاں دیتے ہیں اور برا بلا کہتے ہیں (۲) کفار کے چہرے ایسے سخت نہیں ہوتے جیسے ان لوگوں کے۔

ادب الترک

(ترک اسباب کا ادب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامدا و مصلیا

ترک اسباب میں تعجیل مناسب نہیں

خواجہ صاحب نے پوچھا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ توکل کروں اور سب تعلقات چھوڑ کر اللہ اللہ کروں، ہنس کر فرمایا جلدی نہ کیجئے جب سب اولاد کی شادی بیاہ ہوچکیں اور آمد بھی بند ہوجاوے اس وقت مناسب ہے اور تعلقات والے کو ترک اسباب کرنا مشکل ہے۔ ہفتے میں دو ہفتے میں اللہ اللہ کرنے سے جی اکتا جاتا ہے یہ مباحات (۱) ہی کی برکت ہے کہ اشغال مختلف ہونے سے نشاط بحال ہوجاتا ہے (۲)۔ میں اپنا تجربہ عرض کرتا ہوں کہ (کہنے کی بات تو ہے نہیں مگر اس وقت سب اپنے ہی ہیں) میں نے بھی ایک دفعہ ترک تعلقات کیا تھا۔نتیجہ یہ ہوا کہ وساوس میں مبتلا ہوگیا کیونکہ حق تعالیٰ مرئی تو ہے نہیں (۳) محض خیال سے دفعتاً پُر ہونا قلب کا مشکل ہے (۴) اور تعلقات سے قلب خالی کیا گیا (۵) اور پر ہوا نہیں، خالی قلب میں شیطان کو دخل کا موقع مل گیا اور وساوس پیدا ہوئے، سمجھ میں آیا کہ یہ ٹھیک نہیں، ذکر شغل اطاعت میں مشغول رہے اور مباحات بالکلیہ نہ چھوڑے (۶) سفر کرنا، چلنا پھرنا احباب سے ملنا خط و کتابت یہ سب اشغال تھوڑے تھوڑے رکھے

(۱) جائز کاموں (۲) مختلف مشغلے ہونے کی وجہ سے طبیعت خوش رہتی ہے (۳) دکھائی تو دیتا نہیں (۴) صرف اللہ کا تصور کرنے سے دل کا ایک دم لبریز ہوجانا مشکل ہے (۵) دوسرے تعلقات کو دل سے نکالا گیا (۶) ذکر وشغل اور عبادات کرتا رہے اور جو کام جائز ہیں ان کو بھی بالکل ترک نہ کرے۔

یہی حکمت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ادعیہ مختلفہ (۱) کی تعلیم فرماتے ہیں چلنے کی اور، اٹھنے کی اور، سوار ہونے کی اور، جاگنے کی اور، کھانے کی اور، پینے کی اور۔ کہ ایک شغل سے طبیعت اکتا جاتی ہے البتہ اگر مغلوب العشق ترک کرے (۲) تو مضائقہ نہیں مگر غلبہ عشق غیر اختیاری چیز ہے اپنے ارادہ سے حاصل نہیں کیا جاسکتا، ارادہ والے کے لیے یہی ترک ہے کہ انضباط اوقات کرے (۳) ایک وقت طاعت (۴) کے لیے ہو تو ایک وقت مباحات کے لیے بھی ہو وقت کو ضائع نہ کرے، غیر مفید یا مضر (۵) کام میں صرف نہ کرے۔

ایک متشدد صوفی کی اصلاح

ایک ڈپٹی کلکٹر منشی صاحب ایک بزرگ سے بیعت ہوئے اور ترک تعلقات کردیا، ملنا، سفر کرنا، خط وکتابت سب چھوڑ دیا، ضربیں ایسی لگاتے کہ محلّہ بھر تنگ آگیا سب کوستے تھے کہ یہ مرجاوے تو اچھا ہو ان کے دماغ میں یبوست مفرط (۶) ہوگئی اور کوئی کیفیت اور مزہ بھی ذکر کا حاصل نہ ہوا، پیر صاحب کو لکھا جواب ندارد، مجھے لکھا میں نے جواب دیا کہ تفصیلی مشورہ تو بعد میں دوں گا۔ فوری علاج یہ ہے کہ جن اشغال میں آپ رہتے ہیں سب ایک دم چھوڑ دیجئے، لوگوں سے ملئے، ہدایا لیجئے، تفریح ہوا خوری کے لیے باہر جایئے اول ہی دن میں سب پریشانی جاتی رہی۔ پھر مفصل مشورہ دیا گیا کہ بالکلیہ ترک مباحات نہ کیجئے، تقلیل کردیجئے (۷) اور بہتر یہ ہے کہ یہاں چند روز کے لیے چلے آیئے میں آپ کو حالات دیکھ کر انضباط اوقات کی صورتیں بتادوں گا (۸) چنانچہ وہ آئے میں نے

---

(۱) مختلف دعاؤں (۲) عشق میں ڈوبا ہوا شخص اگر ترک کرے مضائقہ نہیں (۳) ہر کام کا وقت مقرر کرلے (۴) عبادت (۵) نقصان دہ (۶) دماغ میں خشکی کی زیادتی ہوگئی (۷) جائز کام بالکل ترک نہ کریں البتہ اس میں کمی کردیں (۸) کام کرنے کا ایک نظام الاوقات بنادوں گا۔

بہت تھوڑا سا ذکر بتادیا اور مختلف کاموں کے لیے اوقات مقرر کردیئے بس شگفتہ ہوگئے، پھر اہل محلّہ دعا دیتے تھے کہ جس نے ان کی ضربیں چھوڑائی ہیں اس کا خدا بھلا کرے، اب ان کو اپنا حال لکھنے کے لیے یہ الفاظ کافی ہوتے ہیں کہ الحمد للہ میری حالت اچھی ہے، لوگوں کو مقصود کا ہی پتہ نہیں، غیر مقصود کو مقصود سمجھ کر عمر بھر خبط میں مبتلا رہتے، مقصود کام کرنا ہے نہ ثمرات نہ حالات۔

اصلاح اور وصول الی اللہ کا طریقہ

(عرض کیا گیا) سخت سخت مجاہدہ سے فائدہ تو بہت جلدی ہوتا ہوگا، (فرمایا) اگر ایسا ہوتا تو اکھاڑہ کے پہلوان اور چکی پیسنے والے بڑے ولی ہوتے کیونکہ محنت سخت کرتے ہیں محنت با قاعدہ کی زیادہ مفید ہوتی ہے۔ ایک دفعہ ایک تالا بند ہوگیا تھا اس پر لوگوں نے بہت زور لگائے مگر نہ کھلا، میں نے کنجی سے آہستہ سے کھولا فوراً کھل گیا، تالے کے ساتھ کشتی لڑنے سے کیا فائدہ، تالا طریقہ سے کھلتا ہے ایسے ہی اصلاح کے لیے اور وصول الی اللہ کے لیے یہی طریقہ ہے اور وہ اتباع سنت ہے یہ ہمارے واسطے اس لیے مقرر ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم طریقہ جانتے تھے ہمیں کوئی ضرورت غور وفکر اختراع (۱) وایجاد کی نہیں، آنکھ میچ کر پیچھے چلے جاویں، اب سنت کو دیکھئے حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ آدمیوں کو خواب میں دیکھا کہ دریا کا سفر کررہے ہیں، حدیث کا لفظ یہ ہے ''ملوك علی الاسرة'' بادشاہوں کی وضع سے تخت پر بیٹھے جارہے ہیں یہ بادشاہ ہی تھے جنھوں نے جہاد کیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی فضیلت فرمائی اس سے معلوم ہوا کہ مال دین کے لیے مضر نہیں (۲) جبکہ اس کے ساتھ اتباع ہو۔

---

(۱) طریقہ گھڑنے کی (۲) مال اپنی ذات میں برا نہیں

درجات ترک

حاصل یہ کہ مال قبیح لعینہ نہیں (۱) بلکہ مفاسد کی وجہ سے قبیح ہوجاتا ہے (۲) ہاں اگر کوئی شخص ایسا ہو جس کی طبیعت ہی ایسی ہو کہ اتباع اور مال دونوں جمع نہ ہوسکیں تو اس کو ترک مال ہی کا مشورہ دیا جائے گا۔ خلاصہ یہ کہ بہت غلو ترک میں مناسب نہیں، توسط اور اعتدال چاہیے سب کو ترک اسباب کی تعلیم بھی نہ دینی چاہیے ہر شخص کی طبیعت اور حالت مختلف ہوتی ہے اس واسطے ترک کے درجات بھی مختلف بنانے چاہئیں۔ ساری دنیا اگر ایک سی ہوجاوے تو تارکین اسباب بھی پھر تارک نہ رہیں کیونکہ ضرورتیں ان کی پوری نہ ہوں اور مشغولی اختیار کرنی پڑے، ان کا اطمینان بھی ان بے اطمینانیوں کی وجہ سے ہے۔

شیطان کی دھوکہ دہی

ایک بزرگ کا قول ہے کہ شیطان ہر شخص کی موجودہ حالت کو بے وقعت بناتا ہے اور اس سے اپنا کام خوب بناتا ہے اہل توکل سے تو کہتا ہے کہ اس حالت میں یہ خرابی ہے کہ اپنا بوجھ دوسروں پر ہے یہ نامردی ہے۔

چو باز باش کہ صیدے کنی ولقمہ دہی　　　طفیل خوارہ مشو چوں کلاغ بے پروبال

”باز کی طرح ہو کہ شکار کرو اور لقمہ دو، بے پروبال کی طرح طفیل خوار مت ہو“

ان سے توکل چھوڑا کر اسباب میں گھسا دیتا ہے اور اہل تعلقات سے کہتا ہے تمہاری بھی کیا حالت ہے، دن بھر تو تو میں میں کرتے رہتے ہو، کوئی وقت بھی یاد خدا کا نہیں، فلاں شخص کیسا تارک اسباب ہے تم کیا نہیں کرسکتے یہاں تک کہ ان سے تعلقات کو چھڑا کر ہی چھوڑتا ہے اور ان میں اتنی ہمت ہوتی نہیں کہ ترک اسباب

(۱) اپنی ذات کے اعتبار سے نقصان دہ نہیں (۲) مفاسد کی وجہ سے برا ہے۔

کے بعد مطمئن رہیں، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پریشان ہوجاتے ہیں اور بعد چندے اس سے پشیمانی (۱) ہوتی ہے اور یہ ادھر کے رہتے ہیں نہ ادھر کے، لطف یہ ہے کہ اگر کوئی ترک اسباب کی ہمت کرے بھی تو اس حالت پر بھی قیام نہیں رہنے دیتا، اس کو بھی پھر بے وقعت ثابت کرتا ہے، یہ شیطان کا ایسا مکر ہے کہ ہر جگہ چل ہی جاتا ہے اور اس مکر کو پہچاننا آسان کام نہیں، بہت ہی باریک نظر کی ضرورت ہے، چاہیے کہ اپنی طرف سے حالت کے بدلنے کی کوشش نہ کرے بلکہ اول کسی بڑے مبصر (۲) سے ضرور رائے لے لے اسی واسطے شیطان ایسے بزرگوں سے بہت گھبراتا ہے کیونکہ وہ اس کے مدت کے مکر ذرا میں توڑ دیتے ہیں۔

ترک تعلقات کی حقیقت

عرض کیا گیا کہ بلا ترک تعلقات اصلاح کیسے ہو۔ فرمایا ترک ضروری بے شک ہے مگر ترک کی حقیقت تقلیل تعلقات ہے یعنی فضول تعلقات کو اور مضر تعلقات کو چھوڑ دینا نہ مطلقاً تارک بن جانا اس کے مبصر تو حضرت حاجی صاحب تھے۔ تصوف بالکل مردہ ہوگیا تھا، حضرت حاجی صاحب نے اس کو زندہ کیا اور حقائق بالکل محو ہوچکی تھیں (۳) ان کو تازہ کردیا، تصوف رسم کا نام رہ گیا تھا اول تو جعلسازیاں بہت اور سچے لوگوں میں بھی صرف ڈھچر (۴) رہ گیا تھا۔ حضرت نے اس کو بالکل زندہ کردیا۔ حضرت کا الہامی طریقہ سب کے کام کا ہے۔ حضرت کی مجلس میں بیٹھ کر ہر شخص کو حظ (۵) آتا اور امیدیں بڑھتی تھیں اور امنگیں پیدا ہوتی تھیں کہ ہم بھی کرسکتے ہیں۔

خواجہ صاحب نے کہا کہ عمدہ ترکیب یہ سمجھ میں آتی ہے کہ تھوڑی جائیداد خرید لے جو خرچ کے لیے کافی ہو بس پھر اللہ اللہ کیا کرے، اس طرح ذکر بڑے اطمینان سے ہوسکتا ہے۔ فرمایا جائیداد سے بھی اطمینان نہیں ہوسکتا اس میں بھی بکھیڑے ہیں۔

(۱) شرمندگی (۲) صاحب بصیرت (۳) مٹ چکی تھیں (۴) ڈھانچہ (۵) مزہ۔

ادب الطریق

(راہ تصوف کے آداب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سالک کا کام طلب ہے

یہ تقریر اس وقت ہوئی کہ حضرت والا مقام زبر پور ضلع گورکھپور سے بیل گاڑی پر مقام شاہ پور کو روانہ ہوئے۔ بوجہ مسافت راستہ میں ایک پڑاؤ قصبہ گوالا میں کیا(۱) رات کو وہاں رہے صبح کو شاہ پور کو روانہ ہوئے اس راستہ میں یہ تقریر ہوئی۔ حضرت والا کے ساتھ اس وقت احقر اور مفتی محمد یوسف صاحب رام پوری اور حضرت کے بھائی منشی محمد اختر صاحب اور ایک خادم اور تھے۔ مؤخرالذکر خادم (۲) ایک مولوی صاحب تھے ان سے خطاب شروع ہوا، فرمایا: آپ کے حالات سنے اور مختلف وقتوں میں سوالات سے اور بات چیت سے مجھے محسوس ہوتا ہے کہ آپ کچھ پریشان ہیں۔ عرض کیا ہاں کچھ پریشانی تو ضرور ہے فرمایا پریشانی کو چھوڑیئے اور حصول مقصود میں جلدی نہ کیجئے (یعنی اس کے جلدی حاصل ہونے کا انتظار نہ کیجئے نہ یہ کہ اس کی تحصیل میں جلدی نہ لگے) اس کا نتیجہ سوائے حیرانی کے کچھ نہیں آپ کا کام طلب ہے باقی حصول مقصود (۳) کے آپ مکلّف نہیں میرے خیال میں یہی وجہ پریشانی کی ہے۔ مولوی صاحب کی حالت ان کلمات کو سن کر ایسی ہوئی جیسے کوئی بچہ کسی مصیبت میں مبتلا ہونے کے بعد یکلخت (۴) اپنی مادر مہربان (۵) کے پاس پہنچ جاوے اور اس سے اپنی مصیبتیں کہنے لگے۔ آبدیدہ ہوکر

(۱) سفر لمبا ہونے کی وجہ سے رات کو قیام قصبہ گوالا میں کیا (۲) جن خادم کا ذکر بعد میں کیا گیا ہے وہ ایک مولوی صاحب تھے (۳) آپ کا کام طلب میں لگے رہنا ہے مقصود ملے نہ ملے (۴) ایک دم (۵) شفیق ماں۔

عرض کیا سارا قصہ ہی کہہ دوں۔ میں ابتداء میں گیارہ مہینے حضور کی خدمت میں تھانہ بھون میں رہا، پھر کان پور چلا گیا، پھر گیا حضرت قدس سرہ حیات تھے۔ حضرت کی تجویز یہ ہوئی کہ مجھے نقشبندیت سے مناسبت ہے اور اسی کے موافق تعلیم فرمائی اس سے پریشانی بہت پیدا ہوئی حتی کہ نیند بالکل ندارد ہوگئی اور دماغ مختل ہوگیا(۱)۔ حضرت نے مجھے بیعت تو نہیں کیا مگر نقشبندیت کی تعلیم کی، پریشان ہوکر مکان پر آگیا، چند روز بالکل قطع تعلق کر کے متوکلانہ بسر کی، لوگوں سے ملنا جلنا بالکل بند کردیا، حضرت قدس سرہ کا ۱۳۲۳ھ میں وصال ہوگیا۔ مولوی محمد سمیع صاحب میرے بھائی کو شاہ گنج لے گئے، وہاں ایک بزرگ تھے جو سلسلہ میں بڑے سید صاحب کے تھے، میرے بھائی کو ان سے بڑا نفع ہوا، تب وہ مجھ کو بھی ان کے پاس لے گئے۔ انہوں نے اول درود شریف پڑھنے کو بتلایا اور اس کے بعد مراقبہ ان کے یہاں مراقبہ کا ہونا ضروری ہے۔ پھر مراقبہ لطائف ستہ(۲) وغیرہ بتلایا، پھر بیعت میں بھی داخل کرلیا مگر میں ہمیشہ حضور کی اجازت ہر کام میں لے لیا کرتا تھا، ان کے بعض مریدوں میں پریشانی اور بدعقیدگی پائی گئی، اس واسطے میرا دل اُکھڑ گیا اور ان کے پاس آنا جانا چھوڑ دیا۔ اس کے بعد بہت پریشانی بڑھ گئی اور یہ خیال ہوا تُو تو کہیں کا بھی نہ رہا ان پر دل نہ جما اور کہیں جانے کی اس واسطے ہمت نہ ہوئی کہ وہ ناراض ہوں گے، عجیب کشمکش میں پڑ گیا، میرے حواس خراب ہوگئے کہ کیا کروں، اپنا سب سے بڑا مرجع حضور(۳) کو سمجھتا تھا۔ ایسے وقت میں سوا حضور(۴) کے کسی پر نظر نہ پڑی مگر حضور تک جا نہ سکا(۵)، ادھر یہ خیال ستاتا رہا کہ بلا حاضری کے کچھ ہوگا نہیں تاہم حضور(۶) کو خط لکھا اور اس بات کی اجازت چاہی

(۱) دماغ میں خلل پیدا ہوا (۲) تصوف کی اصطلاح ہے (۳) مراد حکیم الامت ہیں بڑوں کے لیے بطور ادب اردو میں یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے (۴) آپ کے سوا (۵) آپ تک رسائی نہ ہوئی (۶) آپ کو۔

کہ فلاں صاحب کے پاس جاؤں آپ نے اس کی اجازت دی۔

اجازت اور مشورہ میں فرق

حضرت والا نے فرمایا اجازت اور چیز ہے اور مشورہ اور چیز۔ آپ نے اجازت کو مشورہ سمجھا میں اجازت تو عام طور سے دیتا ہوں کہ صلحاء کے پاس جانے میں کچھ حرج نہیں ہے اور مشورے کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ وہ بات بتاؤں کہ جو صرف غیر مضر نہیں بلکہ مفید بھی ہو(۱)، اس کی مثال یہ ہے کہ طبیب سے اجازت چاہتے ہیں کہ گنا کھالیں وہ اس کو اگر مضر نہیں دیکھتا تو کہہ دیتا ہے کھالو یہ اجازت ہے اور مشورہ یہ ہے کہ طبیب سے کہتے ہیں کہ آپ کے سپرد ہے جو مناسب تدبیر ہو بتلائیے۔ وہ اس وقت ایسی تدابیر نہیں بتلائے گا جو غیر مضر اور مفید نہ ہوں بلکہ وہ تدابیر بتلائے گا جو مفید ہوں اس وقت یہ کبھی نہ کہے گا کہ گنا کھاؤ بلکہ اس وقت کہے گا گلو پیو اور شاہترہ پیو اور کونین کھاؤ(۲) اس وقت وہ آپ کا متبع نہ ہوگا بلکہ اپنی رائے کا متبع ہوگا(۳)۔ خواہ آپ کی طبیعت کے خلاف ہو اور یہ اتفاقی بات ہے کہ اس کی رائے آپ کی طبیعت کے موافق آپڑے، آپ نے مجھ سے اجازت چاہی تھی، میں نے اباحت(۴) کے درجہ میں منع نہیں کیا، مشورہ آج دوں گا۔ میرا اصول یہ ہے کہ میں کسی کے کام میں دخل نہیں دیا کرتا جو لوگ مجھ سے کسی کام میں رائے لینا چاہتے ہیں تو میں دیکھتا ہوں کہ ان کا دل کسی طرف راغب ہے یا نہیں اگر دل ان کا کسی طرف راغب ہوتا ہے تو میں ان کو مقید کرنا نہیں چاہتا اور اگر اس کام میں کوئی خاص محظور(۵) نہیں ہے تو اس کام

(۱) نقصان دہ ہی نہیں بلکہ مفید بھی ہو (۲) مصفی خون دواء اور ملیریا کی دواء استعمال کرو (۳) آپ کی رائے پر عمل کرنے والا نہیں بلکہ اپنی رائے پر عمل کرنے والا ہوگا (۴) درجہ جواز میں (۵) خرابی۔

سے منع نہیں کرتا یہ مرتبہ اجازت کا ہے اور مشورہ کا موقع وہ ہے کہ رائے لینے والے کا دل کسی طرف مائل نہ ہو اس وقت میں وہ رائے دیتا ہوں جو علاوہ غیر مستلزم محظور ہونے کے مفید اور ضروری ہو(۱) بلکہ اپنے نزدیک وہ رائے منتخب کرتا ہوں جو مفید رایوں میں سے بھی اعلیٰ درجہ کی ہو اور اس وقت بھی میرا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ رائے لینے والے کو مجبور کروں کہ ایسا ضرور کرو بلکہ خلوص کے ساتھ وہ رائے پیش کر دیتا ہوں اور اس بات کا دعویٰ بھی نہیں ہوتا کہ میری رائے ٹھیک ہی ہے۔

تصرفات دماغی

مولوی صاحب نے عرض کیا کہ جو کچھ بھی ہوا میں اپنا قصہ بیان کرلوں پھر آج حضرت مجھ کو مشورہ دیں آپ نے قرآن شریف اور درود شریف کی کثرت کی تعلیم فرمائی جس کا میں اب تک پابند ہوں، تین چار سال سے یہی حالت ہے کہ میں نہ ادھر کا ہوں نہ ادھر کا، پریشانیاں بڑھتی جاتی ہیں حالانکہ میں اس کے دفعیہ کی کوشش برابر کرتا ہوں جیسے کوئی کہتا ہے ویسے ہی کرتا ہوں مگر کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔ شیخ اول کو بھی چھوڑا طبیعت اس میں پریشان رہی کہ ان کا عتاب نہ ہو دوسرے کسی نے بھی کوئی تسلی بخش بات نہ بتلائی۔ جب کسی کے پاس گیا حضور سے اجازت بھی لے لی، خواب بہت دیکھے اپنے نزدیک اطمینان کر کے کسی کے پاس گیا، فرمایا خوابوں کا کیا اعتبار اول تو آج کل کسی کا خواب بھی معتبر نہیں، خصوصاً اس شخص کا جس کا دماغ مشوش ہو (مولوی صاحب نے چند خواب بیان کیے) فرمایا کہ سب میں احتمال ہے کہ حدیث النفس ہو(۲) خوابوں پر بنا کرنا میرے نزدیک صحیح

(۱) جس میں خرابی بھی نہ ہو اور مفید وضروری ہو (۱) نفسانی خیالات ہو۔

نہیں، ہاں استخارہ مسنون ہے۔ استخارہ کے بعد جس بات پر دل جمے وہ کرنا چاہیے اس میں امید صالح ہوتی ہے اور جب تک جمعیت قلب (۱) حاصل نہ ہو برابر استخارہ کرنا چاہیے۔ مولوی صاحب نے عرض کیا استخارہ بھی بہت کیا۔ استخارہ میں یہ آیت قلب میں آئی ہے: ''اُولٰئِکَ عَلٰی ھُدًی مِنْ رَّبِّھِمْ'' فرمایا حضرت مولانا نے کہ یہ غیر قابل اعتبار ہے میرے نزدیک یہ تصرفات دماغی ہیں جس طرف رائے ہوتی ہے قوت واہمہ اسی طرف مائل ہوکر اجازت کی صورت میں دکھلاتی ہے۔ آپ مولوی آدمی علم رکھتے ہیں، ہمیشہ کو یاد کرلیجئے کہ ایسی باتوں میں نہ پڑیئے۔ عرض کیا یہ آیت بھی قلب میں آتی تھی لیکن شکوک بھی رہتے تھے۔ فرمایا تشویش بڑھنے سے دماغ میں یبس آگیا ہے (۲) اور قوت واہمہ کا فعل قوی ہوگیا ہے۔ یہ شکوک بھی اوہام ہیں۔ مولوی صاحب ساکت ہوگئے (۳)۔

نقشبندیہ، چشتیہ اور سہروردیہ کا خاصہ

تھوڑی دیر کے بعد حضرت مولانا نے فرمایا ہے تو چھوٹا منہ بڑی بات یہ تشخیص کہ آپ کو نقشبندیت سے مناسبت ہے میرے دل کو بالکل نہیں لگی آپ کی مناسبت چشتیہ سے اتنی صاف ہے کہ شک کرنا بھی مشکل ہے۔ آپ کی طبیعت میں فطرتاً شورش اور وارفتگی موجود ہے۔ یہ عشق اور محبت کا مادہ ہے اور یہی چشتیت کا ماحصل ہے (۴) ایسے شخص کو نقشبندیت کی تعلیم کرنا فطرت کو بدلنا ہے جس سے کبھی نفع نہیں ہوسکتا۔ نقشبندی وہ لوگ ہوتے ہیں جن کی طبیعت میں متانت ہوتی ہے ان کے مزاج سلاطین کے سے ہوتے ہیں۔ نقشبندی سلوک اہتمام کا ہے اس میں

(۱) جب تک کسی ایک جانب دل خوب جم نہ جائے استخارہ کرتا رہے (۲) دماغ میں خشکی ہوگئی (۳) خاموش ہوگئے (۴) چشتیت کا حاصل۔

سب کام ضابطہ کے ہیں آپ کے مزاج کے مناسب تو بے سروپا سلوک ہے۔ آپ کو ضابطہ میں مقید کرنا تکلیف مالا یطاق ہے[1] ہے۔ عرض کیا آپ کی صحبت میں تو مجھ کو سکون تھا اس کے بعد کہیں سکون نہیں، فرمایا: ”سبوح لها منها عليها شواهد الحمد لله “ خود آپ کو اس بات کا اقرار ہے معلوم ہوتا ہے کہ میری تشخیص صحیح تھی پھر آپ کو کیا سوجھی تھی کہ دوسری جگہ مارے مارے پھرے مگر اس میں بھی ایک نفع ہے۔ ”الاشياء تعرف باضدادها “ (اشیاء اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں) اب آپ کو زیادہ نفع کی امید ہے کیونکہ آپ کو حیرانی بہت ہو چکی اب اگر سکون ہوگا تو بہت آپ کو اس کی قدر ہوگی اور فرمایا ہاں ان کو نقشبندیت سے مناسبت تھی، غالباً ان کو دوسری جگہ پریشانی نہیں ہوگی ان سے ہمارا دل زیادہ نہ ملتا تھا، عرض کیا ہاں ان کو دوسری جگہ نفع ہوا تھا تب ہی تو انہوں نے مجھ کو بھی کھینچا۔ فرمایا یہ عجیب بات ہے کہ دو بھائیوں کا مزاج ایک سا ہی ہوتا ہے یہ تجویز صحیح نہیں ہے کہ ان کو نفع ہوا تو آپ کو بھی نفع ہوگا۔ نقشبندی نسبت عاقلانہ اور حکیمانہ ہے اور چشتیہ مجنونانہ ہے بس اب تو آپ کے حسب حال یہ ہے۔

آزمودم عقل دور اندیش را بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را[2]

ایک شیخ کامل سے وابستہ ہونے کی ضرورت

آپ بہت مزے چکھ چکے اور دیکھ چکے کہ بھٹکے پھرنے سے کچھ نتیجہ نہیں ہوا اب تو آپ ایک ہی طرف کے ہوجایئے (ایک شخص نے عرض کیا سہروردی خاندان میں کیا بات ہوتی ہے، فرمایا وظائف زیادہ تر ہیں، اشغال بالکل نہیں اصلاح اعمال بہت ان کا طریقہ سلف کا سا ہے) مولوی صاحب نے عرض کیا بے شک

(۱) ایسا کام کرنے کا حکم دینا ہے جس کی آپ طاقت نہیں رکھتے (۲) ”میں نے عقل دور اندیش کو بہت آزمایا اس کے بعد اپنے آپ کو دیوانہ، عاشق بنالیا“۔

مجھے آپ کے پاس رہنے سے بہت نفع تھا لیکن کیا کروں مجبوری ہے میں دور بہت ہوں، تھانہ بھون آنے اور رہنے کی مقدرت(۱) نہیں دور سے کیا ہوسکتا ہے۔فرمایا: چندروز پاس رہنے کی ضرورت ہے پھر دور سے بھی کام ہوسکتا ہے اور فرمایا:

پریشانی کا بڑا سبب

میں اور زیادہ وسعت کرتا ہوں کئی طرف قلب کا کھینچنا، سبب ہے آپ کی پریشانی کا آپ کو جن جن حضرات سے تعلق ہوا ہے ان سے قطع تعلق کی نسبت آپ کا خیال ہے کہ باعث ناراضی ہے اور یہ خوف آپ کے دل میں بیٹھ گیا ہے اور یہی اصل ہے آپ کی پریشانی کی۔ اس کا ازالہ رفع سبب سے ہوسکتا ہے۔ جب سبب اس کا تعدد تعلقات ہے(۲) تو اسکا ازالہ ازالہ تعدد ہے(۳) میں کھلے الفاظ میں کہتا ہوں کہ ایک طرف ہوجایئے، اتنا دل کمزور نہ کیجئے، آخر کون سی چیز آپ کو یکسو ہونے سے مانع ہے کسی کی ناراضی کا خوف ہے، ناراضی کا مضر ہونا کیسے معلوم ہوسکتا ہے اس کے لیے اگر کوئی معیار ہوسکتا ہے تو وہ شریعت ہے، آپ غور کیجئے کہ یکسو ہونے میں آپ کون سا کام خلاف شرع کررہے ہیں۔ جب کوئی کام خلاف شرع نہیں تو حق تعالیٰ کی خفگی کا خوف تو ہے نہیں کسی انسان کی خفگی اگر ہوگی تو کیا ہوگا۔

ساقیا برخیز ودردہ وجام را خاک برسر کن غم ایام را
گرچہ بدنامی ست نزد عاقلاں مانمے خواہم ننگ و نام را(۴)

حضرت حاجی صاحب کا عجیب واقعہ

اور میں کہتا ہوں جو انسان خفا ہو بعد اس کے کہ معلوم ہوجائے کہ حق تعالیٰ

(۱) آنے جانے کی طاقت وسائل نہیں (۲) تعلقات کا بڑھانا (۳) ان تعلقات میں کمی ہے (۴) ''اے ساقی تلچھٹ شراب اور جام اٹھاؤ اور ماضی کے غم ایام پر خاک ڈال دو (انہیں بھلادو) اگر چہ عاقلوں کے نزدیک یہ بدنامی ہے مگر ہم سوائے ننگ و نام کے اور کچھ نہیں چاہتے''۔

اس کام پر خفا نہیں وہ کیا انسان ہے اور اسکی خفگی سے کیا ہوگا اور وہ انسان ہے تو خفا ہوگا ہی نہیں آپ کے دل میں یہ وہم بیٹھ گیا ہے کہ پہلے شیخ خفا ہوجائیں گے، میں اطمینان دلاتا ہوں کہ وہ اگر واقعی شیوخ ہیں تو ہرگز خفا نہ ہوں گے اس وہم کو قلب سے نکال دیجئے ہاں ان کی مخالفت نہ کیجئے اور ان کو اطلاع کردیجئے تاکہ ان کو کسی دوسرے سے سن کر صدمہ نہ ہو اور کبھی ان کی شان میں کوئی گستاخی نہ کیجئے۔

حکیم الامت کے احوال

مجھے پریشانی کا مرحلہ ایسا پیش آچکا ہے کہ کم کسی کو آیا ہوگا، متعین شیوخ ان مصیبتوں کو کیا جانیں، ان کا علم تو اسی شخص کو ہوتا ہے جو خود انکو چکھ چکا ہے۔ مجھے بچپن سے خوش عقیدگی بہت تھی، سوظن کا مادہ بالکل نہ تھا، ہر شخص کے ساتھ اعتقاد ہوجاتا تھا اور اصلیت اس کی یہ تھی کہ مجھے طلب بہت تھی ایسی حالت تھی جیسے پیاسا پانی کو ڈھونڈتا ہے۔ ہر شخص پر یہی نظر پڑتی تھی کہ شاید اس سے کچھ مل جاوے، یہ حالت بہت خطرناک ہوتی ہے مگر حق تعالیٰ نے فضل کیا کہ کسی جعلساز اور مکار کے پھندے میں نہیں پڑ گیا۔ اول حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق پیدا کرنا چاہا مگر حضرت نے طالب علمی کے سبب انکار کیا۔ پھر حضرت حاجی صاحب کے پاس پہنچا یہ ابتداء زمانہ شباب کا ذکر ہے حضرت کے پاس سے لوٹ کر آیا تو سیری نہ ہوئی تھی جو کچھ حضرت حاجی صاحب نے تعلیم فرمایا وہ کرتا رہا مگر اس میں انتظار ہوا ثمرات (۱) کا اور انتظار بھی تعجیل (۲) کے ساتھ میں یہ چاہتا تھا کہ آج ہوجاوے جو کچھ ہونا ہے ایک صاحب مل گئے۔ اور انہوں نے خود خواہش کی کہ مجھ سے کچھ حاصل کرو، میں طالب تھا ہی اور عقیدت کا مادہ بہت بڑھا ہوا تھا میں نے منظور کرلیا۔ انہوں نے کچھ بتلایا میں نے اس کے موافق شغل شروع کردیا تو اس قدر

(۱) نتائج کے مرتب ہونے کا (۲) اور وہ بھی جلدی۔

پریشانی بڑھ گئی کہ بیان نہیں کرسکتا، دل دو طرف کھنچتا تھا اور دونوں تعلیموں میں کچھ اختلاف بھی تھا۔ ایسے وقت میں اس شخص کی حالت جس کی پیاس بڑھی ہو اور تعجیل حد(۱) سے زیادہ ہو آپ خود اندازہ کرسکتے ہیں دو مہینے تک یہ حالت رہی کہ خودکشی تک کے وسوسے آتے تھے، اگر حق تعالیٰ کی دستگیری نہ ہوتی تو خودکشی میں کچھ بھی کسر نہ تھی حتی کہ ایک روز تنہائی میں ایک شخص میرے پاس آئے ان کے ہاتھ میں بندوق تھی اس وقت میں بالکل آمادہ ہوگیا کہ اپنی خواہش ان سے ظاہر کردوں کہ میں حیات سے تنگ آگیا اب دنیا کو مجھ سے پاک کردو اور قریب تھا کہ ان سے کہہ ہی بیٹھوں پھر سوچا کہ یہ کسی طرح مانیں گے نہیں ہر شخص کو اپنا پس وپیش بھی تو ہوتا ہے۔ قتل وہ شخص کرسکتا ہے جو اپنی جان کھونے پر پہلے آمادہ ہوجائے پھر میرے وہ کوئی مخالف نہیں تھے بلکہ محبت رکھنے والے تھے، یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ وہ ایسی بے ہودہ بات کو مان لیں، سوائے اس کے کچھ نہ ہوتا کہ میرا چھچھوراپن ظاہر ہوتا، اس خیال سے زبان پر آئی ہوئی بات رک گئی، خدا تعالیٰ کو بہتر کرنا تھا، غرض اس قدر پریشانی تھی کہ یہ نوبتیں ہوگئیں۔

حاجی صاحب کے کلام کی تاثیر

بالآخر حضرت حاجی صاحب کو لکھا، حضرت گنگوہی کو اس واسطے اطلاع نہ کی میں خود جانتا تھا کہ مولانا یہی کہیں گے کہ سب کو چھوڑ کر ایک طرف ہوجاؤ اور میرے دل میں خیال یہ جما ہوا تھا کہ "خذ ما صفا ودع ما کدر "(۲) حضرت حاجی صاحب کو لکھا حضرت کو سخت تشویش ہوئی۔

حضرت کو مجھ سے بے حد محبت تھی، حضرت پریشان ہوگئے اور سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ جوان آدمی ہے جوش بڑھا ہوا ہے تحمل نہ ہوا، وہاں سے کوئی صاحب آنے والے تھے، زبانی کہلا بھیجا کہ جب تک تمہارا یہ خادم زندہ ہے کیوں کسی سے

(۱) بہت جلد حاصل کرنا چاہتا ہو (۲) عمدہ عمدہ لے لو گھٹیا چھوڑ دو۔

رجوع کرتے ہو۔ حضرت کی عادت کے بالکل خلاف ہے کبھی کسی کو اپنی طرف رجوع کرنے کے لیے کوئی لفظ نہیں کہا مگر میرے ساتھ اس قدر خصوصیت تھی (حق تعالیٰ کو یوں ہی منظور تھا) کہ یہ لفظ فرمائے اور خط بھی لکھا۔ میں کانپور میں تھا، ظہر کا وقت تھا، یہ پیام اور خط پہنچا وہ اثر کیا اس نے جو آگ پر پانی کرتا ہے مغرب کا وقت نہ آیا تھا کہ سب پریشانی رفع ہوگئی ۔ پھر اطمینان سے کام کرتا رہا، الحمد للہ حضرت کی برکت سے طریق کی حقیقت سمجھ میں آ گئی۔

نااہل شیخ سے قطع تعلق

پھر یہ وسوسہ ہوا کہ دوسرے صاحب سے قطع تعلق ہونگا تو ناراض ہوں گے۔ سوچتا رہا کہ کیا کروں، سمجھ میں یہ آیا کہ گول مول بات رکھنا تو ٹھیک نہیں، اطلاع کردینا چاہیے۔ پھر خفا ہوں یا کچھ ہوں جوانی اور ہوشیاری کا عالم تھا ایک تدبیر کے ساتھ ان سے قطع تعلق کیا تاکہ قطع کی نسبت انہیں کی طرف رہے وہ بعض خلاف شرح باتوں میں مبتلا تھے میں نے ان کو خط لکھا کہ ''بمقتضائے الدین نصیحه '' (دین خیرخواہی کا نام ہے) میں نہایت ادب خیرخواہانہ عرض کرتا ہوں کہ بعض باتیں آپ کی خلاف شرع ہیں ان کو چھوڑ دیجئے اور میں نے یہ بھی لکھا کہ میں دعا کرتا ہوں کہ آپ کی حالت شریعت کے مطابق ہوجاوے، اس سے وہ بے حد خفا ہوئے اور خود ہی قطع تعلق کردیا اور نہایت خفگی کا خط آیا جس میں یہ بھی تھا کہ میں تم کو وہ دولت دینا چاہتا تھا جو مجھ کو حضرت علیؓ سے پہنچی ہے تم اس کے اہل تھے مگر قسمت تمہاری۔ اور اخیر میں یہاں تک لکھا تھا کہ دعا کرو خدا میرا میرے زندقہ پر اور تمہارا تمہاری شریعت پر خاتمہ کرے، میری جو غرض تھی یعنی قطع تعلق وہ پوری ہوگئی، میں بے قصور تھا اس واسطے میں نے اس کی کچھ پروا نہ کی پھر ایک دفعہ وہ صاحب تھانہ

بھون آئے یہ وقت میرے واسطے بہت نازک تھا۔ میں سوچتا تھا کہ اب ان سے ملاقات ضرور ہوگی، میں کیا عذر کروں گا اور یہ ممکن نہیں کہ میں ملوں نہیں مگر میں دل کڑا کر گیا(۱) نہ تو ان سے ملا نہ ان کے پاس گیا نہ کچھ کہا نہ کچھ سنا۔ انہوں نے جب ایسا دیکھا تو بہت برا بھلا کہا۔ ایک لوہار نے اس کو مجھ سے نقل کرنا چاہا اور میرا طرف دار بن کر ان صاحب کی شان میں کچھ گستاخی کرنا چاہی میں نے اس کو ڈانٹ دیا کہ خبردار جو کچھ کہا ہم جانیں اور وہ جانیں تم کون بیچ میں بولنے والے۔ (بحمداللہ میں نے تہذیب سے باہر کبھی قدم نہیں رکھا) وہ میرے بزرگ ہیں ان کو منصب ہے کہنے کا اور جانے کتنی دفعہ انہوں نے ہم کو بچپن میں مارا ہوگا اور ہم نے کتنی دفعہ ان پر پیشاب کیا ہوگا ہم اور وہ دو نہیں ہیں اس نے یہ باتیں جا کر ان سے نقل کردیں اس کا بڑا اثر ہوا، پھر ایک شخص نے ان سے کہا آپ ہی مل لیجئے کہا مل تو لوں مگر میرا خیال ہے کہ مجھ سے نہ ملے گا اور کہیں ٹل جاوے گا اس نے کہا نہیں ایسا ہرگز نہ ہوگا میں ذمہ دار ہوں مگر ان کو بہت غیظ (۲) تھا کہا میں ملوں گا بھی تو بڑا بن کر تو ملوں گا نہیں وہ بڑا سمجھتا تو خود ہی آکر نہ ملتا، ہاں رند بن کر ملوں گا اور پائجامہ اتار کر اس کے سامنے جاؤں گا تو کیا اس حالت میں بھی وہ مجھ سے ملے گا، اس شخص نے کہا کہ اس حالت میں میں ذمہ نہیں کرتا۔ اسی اثناء میں عید آگئی، اتفاق سے ان سے مڈبھیڑ ہوگئی مگر میں نے سلام نہیں کیا، اس پر بڑے خفا ہوئے پھر بقرعید آگئی مجھے اس وقت قرائن سے معلوم ہوگیا کہ آج امامت کرنا پڑے گی تردد ہوا کہ میں ان کے سامنے نماز کیسے پڑھاؤں گا، ان کو امام بنانا چاہیے مگر اس کو اور لوگ شاید نہ مانیں اور میں امام بن گیا تو علاوہ بدتمیزی کے ان کو کدورت (۳) رہے گی کیونکہ مجھ کو باطل پرست

(۱) دل سخت کرلیا (۲) غصہ (۳) دل برا ہوگا۔

سمجھتے ہیں۔ آخر یہ کیا کہ نماز جلال آباد جا کر پڑھی، غرض ان سے بول چال نہیں ہوئی، پھر وہ چلے گئے اور وفات بھی ہوگئی بس سن لیا آپ نے بہت، یوں کرنا چاہیے۔

پریشانی کا فائدہ

مولوی صاحب نے عرض کیا اس سے پریشانی ہے کہ میں حضرت سے دور ہوں اور حضوری کی (۱) کوئی صورت نہیں، فرمایا آپ کچھ بھی کہیں لیکن بڑی وجہ پریشانی کی کشاکشی ہے (۲) اور میں کہتا ہوں کہ ان قصوں سے نفع یہ ہے کہ آپ کو راہ کی بصیرت ہوئی، مجھے اس پریشانی سے بڑا نفع ہوا، گھر میں اس کی مثال دیا کرتے ہیں کہ ایسا ہے جیسے کوئی گلستان میں رستہ قطع کر رہا تھا، درمیان میں برابر ایک خارستان آگیا، یہ شخص اس میں جا گھسا، پھر لوٹ پھر کے اسی گلستان میں آکر چلنے لگا تو اس کو مقصود کی قدر زیادہ ہوگئی ہے۔ نیز اس کو اس خارستان (۳) میں گزرنے سے تمام ان دشواریوں کا علم ہوجاتا ہے جو راہ میں پیش آتی ہیں پھر وہ دوسروں کو لے چلنے میں بڑا ماہر ہوجاتا ہے گھر میں سمجھ اس فن کی بہت اچھی ہے ہاں عمل میں نہیں۔ افسوس کہ ایسا آدمی کام نہ کرے، کام نہ کرنے سے بعضے اخلاق بھی بے اصلاح ہیں۔

حاجی صاحب کا انداز تربیت

اور اس پریشانی سے مختلف شیوخ کے بعد حضرت کی دستگیری دیکھ کر بڑا نفع ظہور شان حاجی صاحب کا ہوا، زمانہ قبض میں اوروں سے بھی رجوع کیا، حضرت کسی نے وظیفے بتادیئے اور کسی نے کچھ کسی نے کچھ، محقق ایک بھی نہ ملا۔ حضرت کا

(۱) خدمت میں حاضر ہونے کی کوئی شکل نہیں (۲) کھینچا تانی (۳) کانٹے دار جنگل۔

عجیب طریقہ تھا اور اصل میں مرض کو ایسا صحیح پکڑ لیتے تھے کہ دوسرا کوئی نہیں کرسکتا اور شفقت ایسی تھی کہ نظیر ملنا مشکل ہے اسی وجہ سے شفا حکمی ہوتی تھی۔ حضرت مولانا گنگوہی بھی حضرت ہی کے طریقہ پر تھے اور حضرت کے طریقہ کے پورے جامع تھے مگر لوگوں کو اس کا پتہ نہ چلتا تھا کیونکہ مولانا کو مجلس میں اصول وفروع کے بیان کا اہتمام نہ تھا۔ صرف ایک عالم معلوم ہوتے تھے۔

علوم تصوف کا اظہار

میں ایسا اوچھا ہوں کہ کسی بات کو نہیں چھپاتا، میرا خیال ہے کہ فن تصوف کو آج کل طشت از بام کرنا چاہیے(۱)، ہزاروں قسم کی گمراہیوں اور تلبیسوں میں لوگ پڑے ہوئے ہیں اصلاح بلا اس کے کیسے ہو میں اصول وفروع سب کو کھلم کھلا بیان کردیتا ہوں، چھپانے کی چیز اپنی حالت ہے (میرا خیال اس کی نسبت بھی یہ ہے کہ خاص خاص لوگوں کے سامنے بمصلحت اس کو بھی ظاہر کردے تو حرج نہیں) اپنی حالت ایک راز ہوتا ہے حق تعالیٰ کے ساتھ دوسروں پر اسکا ظاہر کرنا حق تعالیٰ کی غیرت کے خلاف ہے اور فن کو تو علی الاعلان پکار پکار کر ظاہر کرنا اور شائع کرنا چاہیے۔

حکیم الامت کا انداز تربیت

مولوی صاحب نے عرض کیا مجھے عقیدت راسخ(۲) تو آپ سے ہی ہے۔ فرمایا مجھے اس کا انتظار ہی نہیں کہ دوسرے کسی سے اتنا عقیدہ نہ ہو جتنا مجھ سے ہو محبت احباب کا تو انتظار ہے محبت اور عقیدت الگ الگ چیزیں ہیں، خدا کا کوئی طالب ہو اور مجھ سے سو دفعہ قطع کردے پھر میں ویسا ہی خادم ہوں میں اس کو بڑی

(۱) خوب کھول کر بیان کرنا چاہئے (۲) پختہ اعتقاد تو آپ پر ہی ہے۔

تنگ ظرفی سمجھتا ہوں جو آج کل کے مشائخ میں ہے کہ ذرا طالب جدا ہوا تو مردود بنایا، پھر کسی طرح راضی ہی نہیں ہوتے کوئی ان سے پوچھے کہ تم سے بھی اپنے شیخ کے ساتھ کوئی غلطی ہوتی تھی یا معصوم تھے اور بسا اوقات طالب سے غلطی کثرت محبت کی وجہ سے ہوجاتی ہے اس کی تو قدر کرنا چاہیے، اس وقت اس کو مردود بنانا خود ان ہی کی غلطی ہے ایسا طالب تو بے بہا نعمت ہے ہر چھوٹا چھوٹا نہیں ہوتا بعض وقت حق تعالیٰ بڑے لوگوں پر چھوٹوں کی برکت سے فضل فرماتے ہیں اس وقت بڑا بننا تکبر ہے حقیقت میں بڑا وہ ہے۔

چشتی اور نقشبندی کا فرق

فرمایا مولوی صاحب آپ کے پاس تو عذر بھی ہے اوروں سے قطع تعلق کرنے کے لیے کہ میں پہلے سے تھانہ بھون ہی سے تعلق رکھتا ہوں ''ما الحب الا للحبیب الاول ''(سوائے حبیب اول کے کسی اور سے محبت نہیں) بس ایک طرف ہوجایئے ہاں اتنا ضرور ہے کہ پہلے شیخ کو گو وہ کیسے ہی بے نفس ہوں اطلاع کردیجئے تاکہ آپ کا اور ان کا دونوں کا قلب مطمئن ہوجاوے، اطلاع نہ کرنے میں آپ کو یکسوئی نہ ہوگی۔ مولوی صاحب نے عرض کیا نہیں بلکہ میرے قلب کی حالت یہ ہے کہ اطلاع کرنے میں یکسوئی نہ رہے گی، فرمایا تو اطلاع کی ضرورت نہیں کوئی گناہ تو کر ہی نہیں رہے بس ایک طرف ہوکر بنام خدا کام شروع کیجئے، آپ کو چشتیت کی تعلیم ہونا چاہیے، آپ کا ہر حال اس کا شاہد ہے، چشتیہ اور نقشبندیہ دونوں کی شان میرے مذاق میں تو اسی ایک شعر سے واضح ہوتی ہیں۔

رند عالم سوز را با مصلحت بینی چہ کار(۱)

(۱)عاشق مزاج کو مصلحت بینی سے کیا تعلق ہے۔

یہ چشتی کی حالت ہے کہ

کار ملک است آنکہ تدبیر وتحمل بایدش(۱)

یہ نقشبندی کی حالت ہے کہ ہر کام میں انتظام اور تدبیر ہوتی ہے جیسے سلاطین میں ہوتی ہے۔

طالب اور مطلوب کی باہم احتیاج

مولوی صاحب نے عرض کیا حضور کی دعا سے اس وقت میرے قلب کو بہت طمانیت حاصل ہوئی مگر مشکل یہ ہے کہ سامنے آپ کے اور حالت ہوتی ہے اور پیچھے اور، فرمایا یہ ضرور ہے مگر یہ تقلب مضر نہیں (۲) پریشانی کبھی نہ ہوگی اس قسم کا تغیر ہر شخص کو پیش آتا ہے۔ مرید تو کیا شیخ کی حالت میں بھی وقت افادہ اور غیر افادہ میں فرق ہوتا ہے، مرید کو شیخ کے پاس بیٹھنے سے نفع ہوتا ہی ہے شیخ کو بھی مرید کی بدولت بہت سی باتیں حاصل ہوتی ہیں۔ اسی کو مولانا فرماتے ہیں:

بانگ مے آید کہ اے طالب بیا جود محتاج گدایان چون گدا(۳)

دیکھئے مدرسہ میں مدرس طالب علموں کے افادہ کے لیے مقرر ہوتا ہے اور طالب علموں کو اس سے نفع پہنچتا ہے اور طالب علموں کا نفع اس پر موقوف ہے لیکن کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ مدرس کو طالب علموں سے کچھ نفع نہیں پہنچتا، آپ خود عالم ہیں اس بات کو بخوبی جانتے ہیں بارہا کا تجربہ ہے کہ کوئی مضمون کتاب میں پڑھتے وقت باوجود کوشش اور مطالعہ کے اور باوجود استاد کے سمجھانے کے سمجھ میں نہ آیا اور

(۱) نظم وضبط سے کام کرنا بادشاہوں کا کام ہے جس کے لیے تدبیر وتحمل کی ضرورت ہے (۲) حالت کا یہ تغیر نقصان دہ نہیں (۳) ''آواز آتی ہے کہ اے طالب آ، سخاوت بھی گداگروں کی طرح گدائی کی خود محتاج ہے''۔

ہمیشہ اس میں الجھن رہی اور جس وقت طالب علم پڑھنے بیٹھا، قلب میں دفعتاً آ گیا یہ طالب علم ہی کی برکت ہے یا کچھ اور فائدہ کے وقت حق تعالیٰ کی طرف سے تائید ہوتی ہے، طالب اور مطلوب کی باہم احتیاج کے لیے یہ شعر حافظ کا خوب ہے۔

سایہ معشوق گر افتاد بر عاشق چہ شد ما با او محتاج بودیم او بما مشتاق بود(۱)

اسی شعر میں مولانا کے شعر مذکور سے ادب ازید ہے اس میں طالب ومطلوب میں مساوات سی پائی جاتی ہے اور اس میں لفظ بدل دیا، طالب کے لیے احتیاج اور مطلوب کے لیے اشتیاق اطلاق کیا۔

---

(۱) ''معشوق کا سایہ اگر عاشق پر پڑ گیا تو کیا ہو گیا ہم اس کے محتاج ہیں وہ ہمارا مشتاق ہے''۔

خلیل احمد تھانوی

۲۰/۱۱/۲۰۱۷